۱۶۴واں باب

منہ بولی ماں (ظہار) کی قانونی حیثیت اور منافقین کو تنبیہ

۱۱۹: سُوۡرَةُ الۡمُجَادِلَة [۵۸-۲۸ قد سمع اللّٰه]

نزولی ترتیب پر ۱۱۹ویں تنزیل، ۲۸ویں پارے میں سورۃ نمبر ۵۸

اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو نہ ماننے کا انجام	۱۵۴
اللہ اور رسولؐ کی مخالفت	۱۵۵
سُوۡرَةُ الۡمُجَادِلَة	۱۵۶
منافقین کی سرگوشیاں	۱۵۸
بے ہودگی کے جواب میں "وعلیکم"	۱۵۹
مجلسی تہذیب کے آداب	۱۶۲
وَاِذَا قِيۡلَ انۡشُزُوۡا فَانۡشُزُوۡا	۱۶۳
حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تقابلی جائزہ	۱۶۳
حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ کے اوصاف برائے شناخت	۱۶۶
كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ	۱۶۷
رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ	۱۷۰

۱۶۴واں باب

منہ بولی ماں (ظہار) کی قانونی حیثیت اور منافقین کو تنبیہ

[سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ]

سورۂ احزاب میں من جملہ دیگر بہت سارے امور کے ساتھ ایک اہم مسئلہ منہ بولے رشتوں کی بے حقیقتی کو بیان کرنا تھا، مگر وہاں سارا زور منہ بولے بیٹے کے حقیقی بیٹا نہ ہونے اور اُس کی مطلّقہ سے شادی کی اجازت پر تھا۔ وہاں فرمایا گیا تھا: وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ۔ نہ اس نے تم لوگوں کی ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کردیتے ہو، اُن کو تمھاری ماں بنادیا ہے، اور نہ اس نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارا بیٹا بنادیا ہے۔ جو تم لوگ اپنے منہ سے نکال دیتے ہو وہ تو محض باتیں ہیں۔ ہم یہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ جنگِ خندق شوال ۵ ہجری میں ہوئی جس کے دوران اور بعد میں سُوْرَةُ الْاَحْزَاب نازل ہوئی، اسی ماہ میں بنو قریظہ کے محاصرے کے دوران ذوالقعدہ میں زینبؓ کی نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے شادی ہوئی۔ احزاب میں یہ نہیں کہا گیا تھا کہ ظہار اتنا ناپسندیدہ ہے کہ اُس کا کفارہ دینا لازمی ہے، اِس کے مقابلے میں منہ بولا بیٹا قرار دینا کوئی ناپسندیدہ اور ممنوع عمل قرار نہیں دیا گیا تھا مگر کہا گیا کہ اِن منہ بولے بیٹوں کو اُن کے حقیقی باپوں ہی کے نام سے پکارا جائے گا اور طے کردیا گیا کہ منہ بولے بیٹے کسی طور حقیقی بیٹوں کی مانند حقوق کے حقدار اور حدود کے پابند نہیں ہوں گے۔

یہ ایک خاتون کا ذکر ہے جو اپنے شوہر کی ایک زیادتی پر تکرار کے ساتھ شکوہ کرکے کہہ رہی تھی کہ اے اللہ کے رسول، آپؐ کوئی ایسی صورت بتائیں جس سے اُس کی اور اُس کے بچوں کی زندگی تباہ ہونے سے بچ جائے۔ اللہ نے اُس عورت کی التجاسُن لی اور روح الامین کے ذریعے قرآن مجید کا ایک اہم جُز نازل کیا۔ جس کا نام سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ ہے یعنی "بحث و تکرار کرنے والی خاتون"، یہ نام اس سورہ مبارکہ کی پہلی آیت [قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ] کے لفظ تُجَادِلُكَ سے نکلا ہے۔

نازل ہونے والی سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ "ظہار" کو اس حد تک ناپسندیدہ قرار دے دیتی ہے کہ اِس گناہ کے سرزد ہوجانے پر کفارہ لازم ہوجاتا ہے۔ اِس میں کہا گیا کہ جب تک ظہار کرنے والا [مرد ہو یا عورت] کفارہ ادا نہ

کر دے زوجین ایک دوسرے کو چھو نہیں سکتے، اور اس سورہ میں ظہار کا پورا قانون بیان کر دیا گیا۔ یہ امر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ظہار کے تفصیلی قوانین اور ضابطے بیان کرنے والی سُوْرَۃُ الْمُجَادِلَة یقیناً ظہار کا محض ایک اشارہ دینے والی سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب کے بعد نازل ہوئی ہو گی، کیوں کہ تفصیل آجانے کے بعد اشارتاً تذکرہ بے معنی ہوتا ہے۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ذوالحجہ یا محرم میں کسی وقت سُوْرَۃُ الْمُجَادِلَة نازل ہوئی ہو گی۔

بائیس آیات پر مشتمل اِس تنزیل میں پہلی چھ آیات اسلامی قانون میں "ظہار" کی حیثیت سے بحث کرتی ہیں۔ اگلی چار آیات ۷تا۱۰ منافقین کی کانا پھوسی پر اپنا ردِّ عمل ظاہر کرتی ہیں، اِن سے اگلی تین آیات، ۱۱ تا۱۳ میں مجلسی تہذیب کے کچھ آداب بیان کیے گئے ہیں اور آخری نو آیات ۱۴تا۲۲ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حزبُ اللہ اور حزب الشیطان کا تقابلی جائزہ پیش کر کے اہلِ ایمان کے ایمان میں افزودگی اور افزائش کا سامان رکھا ہے اور ضعیف الایمان لوگوں کو عزیمت و اخلاص کی راہ دکھانے کے لیے منافقین کی تصویر دکھائی ہے کہ اُنھیں اِس تصویر کا حامل نہیں بننا ہے، یوں یہ سورۃ اوائل ۶ ہجری میں مسلمانوں کو ان مختلف مسائل کے متعلق ہدایت دیتی ہے جو اس وقت درپیش تھے۔

قریش کے مقابلے میں جنگِ احد میں مسلم جمیعت (Community) کو اپنی بقا اور اپنے شہر کو پامال ہونے سے بچانے کے لیے جو بڑی تعداد میں جانوں کی قربانی دینی پڑی تھی پھر رجیع اور بئرِ معونہ میں جو فریب دے کر مزید شہادتوں کا سلسلہ بنا تھا اُس نے منافقین [نام نہاد مسلمانوں] کو بڑا جری کر دیا تھا، وہ مسلمانوں کی تفریح لینے کے موڈ میں تھے۔ اگرچہ احد کے بعد بنو نضیر کے اخراج پھر جنگ خندق [غزوہ احزاب] میں تمام مشرکینِ حجاز کے اجتماعی حملے کی ناکامی اور اُس کے بعد بنو قریظہ کے استیصال نے اکھڑی ہوا کو پھر سے جما ہی نہیں دیا تھا بلکہ منافقین پر تو لرزہ طاری کر دیا تھا مگر رسّی تمام جل گئی پر بل نہیں گیا کے مصداق منافقین اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تھے، عادتوں سے مجبور تھے۔ آنے والے دنوں میں ہم دیکھیں گے کہ بنو قریظہ کے بعد خیبر کی پامالی اور پھر سقوطِ مکہ اور پھر حنین و خیبر سے گزرتے گزرتے مشرکین اور یہود سے تو کاملاً نجات مل گئی تھی مگر منافقین سے نجات نہیں ملی تھی، رسول اللہ ﷺ کے دمِ آخر تک یہ اپنی سازشوں اور فریب کاریوں میں مصروف رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عمر بن الخطابؓ کو آپؐ کی موت کا یقین نہیں آرہا تھا اور آپ کہہ رہے تھے کہ ابھی تو منافقین باقی ہیں، آپؐ کو ابھی موت کیسے آسکتی ہے؟ کاش امیر المؤمنین جانتے، منافقین ہی اس اُمّت کا تادمِ تحریر اصل مسئلہ ہیں، یہ اسلام و ایمان کے تقاضوں سے بے زار ناچار مسلمان یا پیدائشی مسلمان ایمان کے ادراک اور اُس کی حلاوت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ دنیا کی رنگینیاں، دینار و درہم کی کشش، غیروں کی

دنیا پر حکومت، جنسی ہوس پرستی، بے حیائی کی لذتیں اور محدود عقل کی مار انھیں نفاق میں اسی طرح سرگرم رکھتی ہے جس طرح گندگی اور سڑاند میں کیڑے اپنے مونہوں سے گندگی کو دھکیلتے ہوئے مست رہتے ہیں۔

نازل ہوتے ہوئے قرآن اور رواں دواں کاروانِ نبوت کے نقوشِ قدم کی تفصیلات میں، جو آنے والے اوراق میں آرہی ہیں .... ہم دیکھیں گے کہ اب نبی کریم ﷺ کی قیادت میں تیار ہونے والی جماعت کی منافقین ہی کے ساتھ اصل جنگ ہے۔ سورہ مبارکہ کی تلاوت و ترجمے اور مفہوم سے قبل کچھ امور کی وضاحت پیش ہے جو سورۃ کو کماحقہ سمجھنے میں مدد دے گی۔ اِس سورہ کا پہلا موضوع ظہار کی قانونی حیثیت ہے۔ ظہار کے بارے میں جو شریعت ہمیں نبی ﷺ کی سنت سے ملی ہے اُس کی تفصیل ہم اس باب کے آخر میں تفہیم القرآن سے نقل کر رہے ہیں، یہاں وہ آیات ہماری توجہ کا مرکز ہیں جو اللہ کے قوانین کو نہ ماننے پر اللہ کے غضب کا اظہار ہیں۔

اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو نہ ماننے کا انجام: اِس سورۃ کی پہلی چھ آیات میں ظہار کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں، اور اہلِ ایمان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تمھارے ایمان کا تقاضہ ہے کہ جاہلیت کے رسم و رواج اور ضابطوں کو توڑ کر اللہ کے بندے بن جاؤ۔ خالی منہ سے کہنا کہ ہم ایمان لائے اور چند ظاہری مراسم کو ادا کرنے سے ایمان مکمل نہیں ہوتا بلکہ انسان اللہ کے نزدیک کافر ہی رہتا ہے جب تک کہ وہ جاہلیت کو بالکل ترک نہ کر دے۔ اللہ کے بنائے ہوئے ضابطوں کی خلاف ورزی کرنا یا ان کو ماننے سے انکار کرنا، یا ان کے مقابلہ میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اور رسم رواج پر کاربند ہونا قطعی طور پر ایمان کے متضاد (Contrary) طرزِ عمل ہے، جس کی سزا کے طور پر اللہ مسلمانوں کو دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں دردناک عذاب کی دھمکی دیتا ہے: ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ظہار کے ضابطے اور اُس پر کفّارے کی بابت بتانے کے بعد کہا گیا کہ ان بیان کردہ ضابطوں پر عمل درآمد تمھارے ایمان لانے کا ثبوت مہیا کرے گا۔ یہاں ایمان لانے سے مراد صدقِ دل سے ایمان لانا اور اللہ کی کامل بندگی اختیار کرنا ہے۔ اِن آیات کے مخاطب کفار و مشرکین نہیں ہیں، بلکہ اہلِ ایمان ہی ہیں، ان کو اللہ اپنا حکم سنانے کے بعد فرماتا ہے: ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ یہ حکم تم کو اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اللہ کے حکم کو سننے کے بعد بھی اپنے رسم و رواج اور معاشرے میں جاری باطل قانون کی پیروی کرتا رہے گا، اس کا طرزِ عمل ایمان کے سراسر خلاف ہو گا۔

آگے کہا جا رہا ہے کہ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ غور کرنے کی بات یہ ہے پہلے تو ایمان کا ثبوت بہم پہنچانے کے لیے اُس کے ضابطوں پر سیدھی طرح عمل کرنے کی دعوت دی گئی اور بعد

میں کہا گیا کہ یہ اللہ کی حدود یعنی اللہ کے مقرر کردہ اصول ہیں اور اِن کی خلاف ورزی کرنے والے گویا کافر ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہاں کفر سے مراد یہ نہیں ہے کہ اب اُسے دنیا میں ایک مسلمان کی حیثیت سے جو حقوق حاصل ہیں وہ سلب ہو جائیں گے اور اُس کا نام غیر مسلموں کے رجسٹر میں لکھا جائے گا، نہیں، بلکہ سمجھانا یہ ہے کہ اللہ کی بات پر عمل نہ کرنا کافروں کا کام ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات جاننے کے بعد جاہلیت کی پیروی کرنا ایک نوع کا کفر ہے، جس کی پاداش میں آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

جاہلیت کے پیروکار مسلمانوں [نام نہاد مسلمان نہ کہ حقیقی مسلمان] کے لیے آخرت کا عذاب تو ہے ہی دنیا میں بھی ذلت و خواری اُن کا مقدر ہو گی، فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ کُبِتُوۡا کَمَا کُبِتَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل و خوار کر دیئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے کے لوگ ذلیل و خوار کیے جا چکے ہیں۔

اللہ اور رسولؐ کی مخالفت [یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ] کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے بنائے ہوئے ضابطوں کو نہ ماننا اور ان کے بجائے زندگی گزارنے کے لیے اور سوسائیٹی کو چلانے کے لیے اللہ کے عطا کیے ہوئے ضابطوں کو چھوڑ کر اپنی عقل سے اصول بنانا یا دوسری قوموں کی نقالی کرنا۔ جس طرح آج سارے مسلم ممالک میں ہو رہا ہے۔ بادشاہوں، حکمرانوں اور پارلیمنٹ میں بیٹھے اُن قانون سازوں کے لیے اور اُن تمام فوج کے جنرلوں کے لیے جنھوں نے طاقت کے بل بوتے پر اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے اس آیہ مبارکہ میں بڑی وعید ہے اگر وہ شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کے خلاف اصول بناتے ہیں۔ ایک عام مسلمان تو یہ کافرانہ روّیہ اختیار کرنے پر سزا پا کر اپنے مسلمان ہونے کی بنا پر شاید چھوٹ جائے، لیکن یہ "لیڈرانِ گرامی" اور "دانشور" ڈر ہے کہ اللہ کی مخالفت کے جرم میں طاغوت کہلائیں اور ہیشگی کے آگ کے عذاب کا ایندھن بن جائیں۔ ایک عام مسلمان کے لیے اِن طاغوتوں کے مقابلے میں کھڑا ہونا اور اِن کی راہ میں رکاوٹ بننا لازمی ہے، اِن کی اللہ سے بغاوت کے خلاف بغیر فساد پھیلائے، استطاعت کے مطابق آواز بلند کرنا اور دینِ اسلام کو زندہ کرنے کی جدوجہد کرنا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ جب قرآن کی حامل مملکتیں اللہ کے مقابلے میں کھڑی ہو جائیں تو وہ انتظار کریں کہ اللہ اُن پر ذلت و مسکنت طاری کر دے جس طرح اُس نے پہلے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا تھا، چناں چہ کہا گیا ہے: کُبِتُوۡا کَمَا کُبِتَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ۔ سُوۡرَۃُ الۡمُجَادِلَۃ: ۵۸:۵
وہ اسی طرح ذلیل و خوار کر دیئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے کے لوگ ذلیل و خوار کیے جا چکے ہیں۔

۱۱۹: سُوْرَۃُ الْمُجَادِلَة [۵۸-۲۸ قد سمع اللّٰہ]

نزولی ترتیب پر ۱۱۹ویں تنزیل، ۲۸ویں پارے میں سورۃ نمبر ۵۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ
زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ
يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ
بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ
مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ
اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَ اِنَّهُمْ
لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ۭ
وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَ الَّذِيْنَ
يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ
لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَ اللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ
قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ
فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ
لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۭ وَ تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ④ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑤

یقیناً، اللہ نے اس عورت کی درد بھری شکایت سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے التجا کیے جاتی ہے اور اللہ نے تم دونوں کی گفتگو سن لی، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے ﴿۱﴾ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے، ظہار کر بیٹھتے [بیوی کو منہ بولی ماں بنا لیتے ہیں] ہیں حقیقت میں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے۔ البتہ اس طرح کے لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور اللہ در گزر فرمانے والا اور بخشنے والا ہے ﴿۲﴾ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر اپنی اس بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تھی تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ یہ بات ہے جس کی تمھیں ہدایت و نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے پوری طرح واقف ہے ﴿۳﴾ اور جو شخص غلام کو آزاد کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ دو مہینے تک پیہم [لگاتار] روزے رکھے گا اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک سزا ہے ﴿۴﴾ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل و خوار کر دیئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے کے لوگ ذلیل و خوار کیے جا چکے ہیں۔ ہم نے صاف صاف آیات نازل کر دی ہیں اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے ﴿۵﴾

یقیناً، اللہ نے اس عورت کی درد بھری شکایت سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے تکرار کر رہی ہے۔ اور اللہ سے التجا کیے جاتی ہے اور اللہ نے تم دونوں کی گفتگو سن لی۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے، ظہار کر بیٹھتے [بیوی کو منہ بولی ماں بنالیتے ہیں] ہیں وہ حقیقت میں اُن کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے۔ البتہ اس طرح کے لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور اللہ درگزر فرمانے والا اور بخشنے والا ہے معلوم ہونا چاہیے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر اپنی اس لغو بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تھی تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے شوہر کو ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ یہ اصلاح اور غلطی سے کفارے کی بات ہے جس کی تمھیں ہدایت و نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے پوری طرح واقف ہے۔ اور جو شخص [ظہار کرنے والا شوہر] غلام کو آزاد کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ دو مہینے تک پیہم [لگاتار] روزے رکھے گا اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ حکم اس لیے دیا جارہا ہے کہ تم ثابت کرسکو کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور ایمان کے جھوٹے دعوے دار درحقیقت کافر ہیں اور وہی اِن حدود کو توڑتے ہیں، اور کافروں کے لیے دردناک سزا ہے۔ جو لوگ منافق ہیں اور مدینے میں شرارتیں اور سازشیں جن کا شیوہ ہے، درحقیقت اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل و خوار کردیئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے انبیاء کے کی مخالفت کرنے والے لوگ ذلیل و خوار کیے جاچکے ہیں۔ ہم نے صاف صاف آیات نازل کردی ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کے اور دینِ اسلام کے مخالفین جان لیں کہ کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ ۱۶

یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُؕ وَ ا
۱۶ للّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۠ (٦)

اُس دن، اللہ ان سب کو اُٹھائے گا اور ان کو ان کے سارے اعمال سے آگاہ کردے گا جو وہ کر کے آئے ہیں اور یہ اُن کو فراموش کر بیٹھے ہیں، اللہ نے اُن کو رِیکارڈ کر رکھا ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے (٦) ۱۶

پس، یہ لوگ آنے والے عذابِ ذلت کے اُس دن کو یاد رکھیں، جب اللہ ان سب کو دوبارہ زندگی دے کر اُٹھائے گا اور ان کو ان کے سارے اعمالِ بد سے اور اُن کی حقیقت سے آگاہ کردے گا، جو کہ وہ دنیا میں کر کے آئے ہیں۔ اللہ نے اُن کو بخوبی ریکارڈ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اُن کو فراموش کر بیٹھے ہیں اور اللہ ہر چیز پر خود گواہ ہے۔

منافقین کی سرگوشیاں [آیات ۷ تا ۱۰]

سورہ مبارکہ کا اگلا موضوع منافقین کے قابلِ نفرین دو طرح کے روّیے ہیں جو وہ مسجدِ نبوی میں اختیار کرتے تھے، ہرچند کہ وہ اپنی اِن حرکتوں سے اہلِ ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور نہ ہی پہنچا پاتے تھے مگر وہ مخلصین کے دلوں میں غصے اور نفرت کے جذبات پیدا کرتے تھے جو بجائے خود ایک صالح گروہ کی سیرتوں میں نقصان دہ امر تھا۔ قرآن مجید میں اس کے تذکرے کا بنیادی مقصد اوّلاً منافقین کے طریقِ واردات سے مسلمانوں کو آگہی مہیا کرنا تھا اور ثانیاً منافقین پر یہ واضح کرنا تھا کہ یہ گمان نہ کرو کہ اللہ اور اہلِ ایمان کے خلاف تمھارا روّیہ بڑا کامیاب اور اُن پر آشکار نہیں ہے بلکہ اللہ اور اہلِ ایمان دونوں ہی تمھارے کرتوتوں سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں۔ تم اِس قابل نہیں کہ تمھاری اِن رذیل اور کم ظرفی کی حرکتوں پر تم کو کوئی نصیحت کی جائے تمھارا تو منتظر بس ایک برا انجام ہے، حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ وہ ہے جہنم کی آگ جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے، تمھارے لیے اِس ٹھکانے کے عین تقاضائے عدل ہونے کے ثبوت فراہم کرنے کے لیے تمھیں ڈھیل اور مہلتِ عمل مل رہی ہے۔ اِن منافقین کے دو ناپسندیدہ روّیے یہ تھے:

۱. پہلا یہ کہ عام محفلوں میں چند لوگوں کی ٹولیاں بنا کر کانا پھوسی کرتے تھے
۲. دوسرا یہ کہ منہ بگاڑ کر سلام کے لیے بد دعا کے الفاظ منہ سے نکالتے تھے

اِن آیات میں اہلِ ایمان کو منافقین کی ہٹ دھرمی اور اللہ کے مقابلے میں جسارت پر توجہ دلائی جاتی ہے کہ دیکھو اِن کو تو فضول کانا پھوسی سے اللہ کے رسول نے منع کیا تھا مگر باز نہیں آتے اور کیسے چلے جاتے ہیں، فرمایا گیا نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سورہ مبارکہ اس نکتے سے شروع کرتے ہیں کہ تم یقیناً جانتے ہو کہ اللہ ساری کائنات کا خالق ہے، اُس کا چلانے والا ہے، کائنات کی ہر چیز اور ہر معاملے کو جانتا ہے، تھوڑے یا زیادہ جتنے بھی لوگ کہیں بیٹھے سرگوشیوں میں گفتگو کرتے ہوں، اپنے علم کے لحاظ سے اللہ بھی اُن کے درمیان اُس میٹنگ کا ایک شریک ہوتا ہے۔ سوچو، اللہ کیوں کر اِن منافقین کی زیادتی کی سازشوں، گناہوں سے آلودہ منصوبوں اور رسولؐ اور اُس کے جاں نثاروں کے مذاق اُڑانے سے بے خبر رہ سکتا ہے؟

جب کسی اچھے مقصد کے لیے ضرورت ہو تو نجویٰ، یعنی راز کی بات سرگوشیوں میں کرنا ممنوع نہیں ہے، جیسے صلح کرانے، کسی مستحق کی مدد کرنے یا کوئی دوسرا نیک کام کرنے کے لیے والدین، اساتذہ، احباب،

مربیّین یا نگران حضرات جن کا اخلاص ہر شک و شبے سے بالاتر ہو اُن کا نجویٰ کسی کو برا نہیں لگتا۔ اِس کے مقابلے میں جو لوگ اپنی شرارتوں اور ایذا رسانی کے لیے جانے جاتے ہیں، وہ اگر کہیں بیٹھ کر سرگوشیاں کر رہے ہوں تو لوگوں کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب کسی بھی جماعت یا تنظیم میں کچھ لوگ اپنی ایک پارٹی بنالیں اور یہ سرگوشیاں اُن کا اسٹائل بن جائیں تو گروہ بندی کی بیماری پھیلتی ہے۔

سرگوشی کے بارے میں مزید یہ بھی جاننا مفید ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا کنتم ثلاثۃ فلا یتناجیٰ اثنان دون صاحبھما فان ذالک یحزنہ۔ جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں، کیوں کہ یہ تیسرے آدمی کے لیے باعث رنج ہو گا (متفق علیہ)۔ ایک اور حدیث میں اس طرح روایت ہے کہ: فلا یتناجیٰ اثنان دون الثالث الا باذنہ فان ذٰالک یحزنہ۔ دو آدمی سرگوشی نہیں کریں مگر تیسرے سے اجازت لے کر، کیوں کہ یہ سرگوشی اس کے لیے باعث رنج ہو گی (مسلم)۔ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ دو آدمی تیسرے شخص کی موجودگی میں آپس میں ایسی زبان میں گفتگو کریں جسے وہ نہ سمجھتا ہو۔

بے ہودگی کے جواب میں "وعلیکم"

یہود سے سیکھا ہوا منافقین کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تو کہتے "السام علیک" یا ابا القاسم کہ سننے والا سمجھے السلام علیک کہا ہے جب کہ السام کے معنی موت کے ہیں۔ نبی کریمؐ فرماتے "وعلیکم"۔ ایک حدیث کے مطابق ایک مرتبہ سیّدہ عائشہؓ کی موجودگی میں یہود نے یہی حرکت کی تو اُم المؤمنین سے نہ رہا گیا اور ان سے کہا کہ تمھیں موت آئے اور تم پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو۔ نبی ﷺ نے انھیں توجہ دلائی کہ اے عائشہؓ، اللہ کو بدزبانی پسند نہیں ہے۔ عائشہؓ نے جواباً کہا کہ یا رسول اللہ، آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا الفاظ کہے تھے؟ آپؐ نے کہا اور تم نے نہیں سنا کہ میں نے انھیں کیا جواب دیا؟ میں ان سے کہہ دیا "وعلیکم" یعنی اور تم پر بھی۔ اِن منافقین کی حماقت اور جرأت کی حد یہ تھی کہ گمان کر رہے تھے کہ وہ کوئی غلط کام نہیں کر رہے ہیں، [وَيَقُولُونَ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ لَوۡلَا يُعَذِّبُنَا ٱللَّهُ بِمَا نَقُولُۚ] اگر یہ اللہ کا سچا رسول ہے تو اللہ ہمیں ایسا کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتا۔

اِن آیات کا آخری مقصد مومنین کو یہ باور کرانا تھا کہ اِن کی بے ثمر سازشیں اور سرگوشیاں تمھیں رنجیدہ نہ کریں، اللہ پر بھروسہ رکھو اِن بدنصیبوں سے زیادہ نہ اُلجھو یہ تمھارا ہرگز کچھ نہ بگاڑ پائیں گے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ مَا يَكُوۡنُ
مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ وَلَا
خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ
ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَيۡنَ مَا
كَانُوۡا‌ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا يَوۡمَ
الۡقِيٰمَةِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۷﴾
اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰى
ثُمَّ يَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَ
يَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَ
مَعۡصِيَتِ الرَّسُوۡلِ وَاِذَا جَآءُوۡكَ
حَيَّوۡكَ بِمَا لَمۡ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ
يَقُوۡلُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ لَوۡلَا يُعَذِّبُنَا
اللّٰهُ بِمَا نَقُوۡلُ‌ؕ حَسۡبُهُمۡ جَهَنَّمُ‌ۚ
يَصۡلَوۡنَهَا‌ۚ فَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۸﴾ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَيۡتُمۡ فَلَا
تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَ
مَعۡصِيَتِ الرَّسُوۡلِ وَتَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَ
التَّقۡوٰى‌ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اِلَيۡهِ
تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا النَّجۡوٰى مِنَ
الشَّيۡطٰنِ لِيَحۡزُنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ
لَيۡسَ بِضَآرِّهِمۡ شَيۡـئًا اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ وَ
عَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰﴾

کیا تم کو اندازہ نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اللہ اُسے جانتا ہے! تین آدمیوں کے درمیان کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر اُن کے درمیان چوتھا اللہ ہوتا ہے اور نہ پانچ کے درمیان جہاں چھٹا اللہ نہ ہو۔ اور نہ اس سے کم یا زیادہ کے درمیان مگر اللہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی وہ ہوں۔ پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتادے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ بے شک اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا ہے ﴿۷﴾ کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کانا پھوسی سے منع کیا گیا تھا پھر بھی وہی کام جس سے انھیں منع کیا گیا تھا، کیے چلے جاتے ہیں۔ یہ لوگ چھپ چھپ کر آپس میں گناہ اور زیادتی کی اور رسولؐ کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں، اور جب تمھارے پاس آتے ہیں تو تمھیں اس طرح سلام کرتے ہیں جس طرح اللہ نے تم پر سلام نہیں بھیجا۔ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری باتوں پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا۔ ان کے لیے تو جہنم ہی کافی ہے، جس میں جھونکے جائیں گے ﴿۸﴾ پس، کیا ہی بُری منزل ہے۔ اے ایمان والو، جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں نہیں ہونی چاہیں، بلکہ نیکی اور تقویٰ کی باتیں کرو اور اُس اللہ سے ڈرو جس کے سامنے تم سب اکٹھے کیے جاؤگے ﴿۹﴾ کانا پھوسی ایک شیطانی القاء کے حاصل کے سوائے کچھ نہیں ہے۔، اور یہ اس لیے کی جاتی ہے کہ ایمان والوں کو رنجیدہ خاطر کیا جائے حالاں کہ اللہ کے حکم و مرضی کے بغیر وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، چناں چہ ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے ﴿۱۰﴾

کیا تم کو اندازہ نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے اللہ اُسے خوب جانتا ہے! اِس وسیع و عریض کائنات کے اندر کہیں بھی تین آدمیوں کے درمیان کوئی سرگوشی نہیں ہو رہی ہوتی مگر ان کے درمیان چوتھا اللہ موجود ہوتا ہے اور نہ پانچ کے درمیان کوئی سرگوشی ہوتی ہے جہاں چھٹا اللہ موجود نہ ہو۔ اور نہ کہیں اس سے کم یا اِس سے زیادہ کے درمیان مگر سب کچھ اللہ کے علم میں ہے، گویا وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں پھر قیامت کے دن وہ ان کو بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ بے شک اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا ہے۔

اِن منافقین و مستہزئین [مذاق اُڑانے والوں] کا روّیہ مدینے میں ہر فرد پر آشکار ہے! کیا تم نے نہیں دیکھا اُن کم نصیب اور بغاوت پر آمادہ لوگوں کو جنہیں مسجدِ نبوی میں خاص طور پر جب رسولؐ اللہ کی محفل ہو، کانا پھوسی سے اللہ کے رسولؐ کی جانب سے منع کیا گیا تھا پھر بھی وہی کام جس سے انھیں منع کیا گیا تھا، کیے چلے جاتے ہیں۔ اے اللہ کے رسولؐ اور اے ایمان والو، ہم تم کو بتاتے ہیں کہ یہ لوگ چھپ چھپ کر آپس میں گناہ اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں، اور جب تمھارے پاس آتے ہیں تو زبان کو مروڑ کر بددعاؤں اور گالیوں کے طرز پر تمھیں اس طرح سلام کرتے ہیں جس طرح اللہ نے تم پر سلام نہیں بھیجا۔ اور اپنی حماقت میں اتنے جری ہیں کہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اگر یہ اللہ کا سچا رسولؐ ہے تو اِس کی جناب میں ہماری بد تہذیبی اور گستاخی کی باتوں پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا۔ لعنت ہے اِن پر، ان کے لیے تو جہنم ہی کافی ہے، جس میں ایندھن کی مانند جھونکے جائیں گے۔ پس، کیا ہی بری منزل اِن کی منتظر ہے۔ اے ایمان والو، جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو وہ سرگوشی گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں ہرگز نہیں ہونی چاہئیں، بلکہ ریا سے پاک نیکی اور تقویٰ کی ترغیب کی باتیں کرو اور اُس اللہ سے ڈرو جس کی عدالت کے سامنے حشر کے دن تم سب اکٹھے کیے جاؤ گے۔

منافقین اور کم زور ایمان والوں کی سرگوشیاں اور کانا پھوسی ایک شیطانی القاء کے حاصل کے سوائے کچھ نہیں ہیں۔ اور یہ اس لیے کی جاتی ہیں تا کہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامتِ دین کے مشن میں مصروفِ عمل ایمان والوں کو رنجیدہ خاطر کیا جائے، اور اُنھیں پست ہمت (demoralize) کیا جائے۔ حالاں کہ اللہ کے حکم و مرضی کے بغیر وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، چناں چہ ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

مجلسی تہذیب کے کچھ آداب [آیات ۱۱تا۱۳]

مدینے میں معاشرہ اب تیزی کے ساتھ قبائلی نظام زندگی سے ایک باضابطہ دستوری حکومت میں تبدیل ہورہا تھا اور حکومت وہ بھی جو وطنی، لسانی اور نسلی بنیادوں سے بالاتر ایک نظریاتی حکومت تھی، جس کی مثال اُس وقت تک کی تاریخ میں نہیں تھی۔ مجلسی زندگی کے بہت سے آداب سے لوگ ناآشنا تھے۔ ایثار و مروت اور اخلاص انسان کو ازخود بہت سارے پسندیدہ آداب سکھادیتا ہے لیکن جہاں طاقت کی زبان ہی زندہ رہنے کا حق دیتی ہو ایسے معاشرے کی اکثریت اُن سے ناآشنا رہتی ہے۔ رسول اللہ محمد ﷺ معلم اخلاق بنا کر بھیجے گئے تھے، انھوں نے صرف عبادات ہی نہیں زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایت و رہ نمائی کا کام کرنے کے ساتھ بہت چھوٹی اور معمولی سی انسانی لغزشوں سے کردار کو پاک کرنے اور پسندیدہ اطوار کا خوگر بنانے کا کام بھی انجام دیا۔ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ وہ رواں آبِ جو کی مانند جو گزرگاہ کے ہر علاقے کو سیراب کرتا ہے، جہاں جہاں سے گزرتا ہے وہاں اصلاح طلب معاملات کو نبٹاتا جاتا ہے۔ بات منافقین کی محافل اور مجالس میں سلام اور سرگوشیوں کی ہو رہی تھی، خالقِ کائنات نے جانا کہ مجالس کی بات چل رہی ہے تو مجالس کے مزید آداب بھی بیان ہو جائیں۔

ایک کمرے میں لوگ کھل کر بیٹھے ہوں، اگرچہ جگہ ہو مگر پورا کمرہ بھرا ہوا نظر آرہا ہو تو نئے آنے والوں کے لیے تین راستے ہیں کہ وہ باہر ہی بیٹھ جائیں، واپس چلے جائیں یا دیر سے آنے کے باوجود زبردستی اندر گھس کر صدرِ مجلس کے قریب جگہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ارشادِ ربّانی ہوا کہ جب سمٹ کر بیٹھنے کے لیے کہا جائے تو سمٹ جاؤ تاکہ مزید آنے والوں کے لیے جگہ ہو جائے [اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ]، ساتھ ہی دیر سے آنے والوں کو ہدایت کی گئی کہ لوگوں کی گردنیں پھاند کر پہلے آنے والوں کا استحقاق مجروح نہ کرو اور نہ ہی دوسروں کے لیے ایذا کا باعث بنو۔ آپ ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ: لا یحل لرجل ان یفرق بین اثنین الا باذنھما۔ ’’کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر دھنس جائے (ابوداؤد، ترمذی)۔ مزید آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: لایقیم الرجل الرجل من مجلسه فی جلس فیه و لکن تفسحوا و توسعوا۔ ’’کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ تم لوگ خود دوسروں کے لیے جگہ کشادہ کرو‘‘۔ (متفق علیہ)

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا۔

مجلسی آداب کا پورے طور پر خیال نہ رکھنے کا ایک اظہار اِس طرح بھی ہوتا کہ لوگ آپ کی خدمت میں مسجد یا گھر پر حاضر ہوتے تو اُٹھنے کا نام نہ لیتے، اگرچہ یہ روّیہ صحبت کے شوق اور آپؐ سے محبت کی بنا پر ہوتا لیکن ایک انتہائی مصروف شخص، جو مروّت میں کھل کر یہ کہہ بھی نہیں سکتا کہ تشریف لے جایئے بہت دیر ہو گئی، اور اگر اشارے کنایے سے اظہار کرتا کہ اب کچھ دوسرے ضروری کاموں کے لیے اس کو وقت ملنا چاہیے تو سمجھ نہ پاتے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اِس ناپسندیدہ عادت سے اپنے نبی کو محفوظ کرنے اور تا قیامت اہلِ ایمان کو مجلسی آداب برتنا سکھانے کے لیے حکم دیا کہ جب مجلس برخاست کرنے کے لیے کہا جائے تو اٹھ جایا کرو؛

مجلسی زندگی کا ایک اور قابلِ اصلاح پہلو یہ بھی تھا کہ لوگ ضرورتاً اور بلا ضرورت، گاہے بگاہے نبی اکرم ﷺ سے تنہائی میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے، ظاہر ہے کہ آپ دلوں کا حال تو جانتے نہ تھے کہ سمجھ جاتے کہ کیا بات اُس کے پاس کرنے کے لیے ہے اور کہہ دیتے کہ اِس معمولی سی بات کے لیے تخلیے کی ضرورت نہیں۔ اصحاب کا یہ انداز نہ صرف نبی اکرمؐ کے لیے تکلیف دہ نہ تھا بلکہ مجلس میں موجود دیگر لوگوں کو بھی ناگوار گزرتا تھا۔ اس لیے اِس عادت کو کم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر نبی ﷺ نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی آپؐ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہے وہ پہلے صدقہ دے۔ یہ پابندی بس ایک آدھ روز رہی اور لوگوں نے اپنے روّیے کے ناروا پہلو کو جان لیا تو اسے یہ کہتے ہوئے منسوخ کر دیا ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ کیا تم اس بات سے تنگ ہوئے کہ تنہا گفتگو سے پہلے صدقہ جمع کراؤ۔

حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تقابلی جائزہ [آیات ۱۴ تا اختتام سورت]

سورہ مبارکہ اپنے اختتام پر پہنچ رہی ہے۔ سورت کا آغاز ظہار کے موضوع سے ہوا، اُس کے لیے قوانین عطا کیے گئے مگر اُس سے زیادہ جو اہم بات ظہار کے باب میں کہی گئی وہ یہ تھی کہ اللہ کے قوانین پر اطمینان اور اُن پر عمل کرنا ایمان کا تقاضا ہی نہیں بلکہ ایمان لانے یا بے ایمان رہنے کا ثبوت بھی مہیا کرتے ہیں۔ جو اللہ کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل نہ کریں وہی کافر ہیں۔ مسلم معاشرے میں اِن کالی بھیڑوں کو دینی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ بات سے بات نکلتی رہی منافقین کی مجلسی زندگی میں سرگوشیوں اور انداز سلام پر گفتگو ہوئی اور حق کو غالب رکھنے کی جدوجہد میں اہلِ ایمان کو اطمینان دلایا گیا کہ اِن کی حرکتوں پر رنجیدہ نہ ہونا چاہیے اور اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ دوسرے رکوع میں اہلِ ایمان کے مجلسی آداب میں جو کچھ کوتاہی تھی اُس پر گفتگو ہو گئی، گمان غالب یہی ہے کہ اِن کوتاہیوں میں بھی منافقین ہی آگے آگے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَـكُمۡ تَفَسَّحُوۡا
فِى الۡمَجٰلِسِ فَافۡسَحُوۡا يَفۡسَحِ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ ۚ وَ
اِذَا قِيۡلَ انۡشُزُوۡا فَانۡشُزُوۡا يَرۡفَعِ اللّٰهُ
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا
الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ‏ ﴿۱۱﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَيۡتُمُ الرَّسُوۡلَ
فَقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقَةً‌ ؕ ذٰلِكَ
خَيۡرٌ لَّـكُمۡ وَاَطۡهَرُ‌ ؕ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ
اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ ﴿۱۲﴾ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا
بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ‌ ؕ فَاِذۡ لَمۡ
تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ‌ ؕ وَاللّٰهُ
٢٦ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۱۳﴾ ع
اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ
عَلَيۡهِمۡ ؕ مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَلَا مِنۡهُمۡ ۙ وَ
يَحۡلِفُوۡنَ عَلَى الۡكَذِبِ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ‏ ﴿۱۴﴾
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا‌ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا
كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً
فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَلَهُمۡ عَذَابٌ
مُّهِيۡنٌ‏ ﴿۱۶﴾

اے ایمان والو، جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں جگہ پیدا کرو تو کشادگی پیدا کردیا کرو، اللہ تمھیں کشادگی بخشے گا۔ اور جب تم سے کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ جو ایمان والے ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے، اللہ اُن کے درجات بلند فرمادے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے ﴿۱۱﴾

ایمان والو، جب تم رسولؐ سے تنہا راز دارانہ گفتگو کرو تو گفتگو کرنے سے قبل صدقہ دیا کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ البتہ اگر تم اُس کی گنجائش نہ پاؤ تو بے شک اللہ غفور و رحیم ہے ﴿۱۲﴾ کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ تنہا گفتگو سے پہلے صدقہ جمع کراؤ۔ پس جب تم نے یہ نہیں کیا اور اللہ نے بھی تمھیں معاف فرمادیا تو نماز خوب اہتمام سے ادا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے ﴿۱۳﴾ ع

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اِن لوگوں نے اُن کو دوست بنایا ہے جو اللہ کے غضب کا شکار ہیں؟ یہ لوگ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں۔ اور جان بوجھ کر اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں ﴿۱۴﴾ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بے شک نہایت برا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ﴿۱۵﴾ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال (shield) بنا رکھا ہے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، سو اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہے ﴿۱۶﴾

اے ایمان والو، جب لوگوں کے زیادہ آجانے کے سبب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں جگہ پیدا کرو تو سکڑ اور سمٹ کر ان کے لیے کشادگی پیدا کر دیا کرو، اللہ تمھیں وسائل رزق اور تمھاری توفیقِ علم و عمل میں کشادگی بخشے گا۔ اور جب تم سے کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تاکہ اللہ کا نبیؐ اور کارکنان دوسرے ضروری اور طے شدہ کام انجام دے سکیں تو اُٹھ جایا کرو۔ اِن ہدایات پر عمل کرنے سے تم میں سے اُن لوگوں کو جو حقیقی ایمان والے ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے، دنیا اور آخرت میں اللہ اُن کے درجات و مناصب بلند فرمادے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ اے ایمان والو، انتہائی معقول ضرورت کے بغیر تم رسول اللہ سے تخلیے کی درخواست نہ کیا کرو، جب تم رسولؐ سے تنہا رازدارانہ (one to one) گفتگو کی درخواست کرو تو گفتگو کرنے سے قبل صدقہ دیا کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ البتہ اگر تم صدقہ دینے کی گنجائش نہ پاؤ تو بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔ کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ تنہا گفتگو سے پہلے بیت المال میں صدقہ جمع کراؤ۔ پس جب تم نے یہ نہیں کیا اور اِس پر اللہ نے بھی تمھیں معاف فرما دیا تو نماز خوب اہتمام سے ادا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور خوش دلی اور دوسرے امور پر ترجیح کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو اور یاد رکھو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ ۲۶ اہلِ ایمان کے شہر میں اِن نام نہاد مسلمانوں کا معاملہ، دعویٰ ایمان کے باوجود بھی بڑا تکلیف دہ ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اِن لوگوں نے مدینے کے مضافات میں بسنے والے اُن یہود کو دوست بنایا ہے جو اللہ کے غضب کا شکار ہیں؟ یہ لوگ نہ تم مسلمانوں میں سے ہیں اور نہ ان یہود میں سے ہیں۔ اور یہ لوگ تمھیں اپنا ساتھی باور کرانے کے لیے جان بوجھ کر اپنے اِس جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بے شک نہایت برا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایمان اور اخلاص پر یقین دلانے کے لیے کھائی گئی اپنی قسموں کو اہلِ ایمان کو دھوکہ دینے اور اُن کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ڈھال (shield) بنا رکھا ہے اور اِس کی آڑ میں بڑے اللہ والے اور مسلمانوں کے ہمدرد بن کر وہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، سو اُن کے لیے ذلت کا عذاب

اب آخری رکوع آپ کے سامنے آ رہا ہے، جو واضح الفاظ میں گن گن کر منافقین کے کردار کی خصوصیات (characteristics) کو اہلِ ایمان کے سامنے بیان کرتا ہے۔ سیرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوشہ چیں جانتے ہیں کہ مسلم معاشروں میں قیامِ اسلام کی راہ میں کافروں اور دیگر کافر قوموں سے زیادہ اپنی قوم میں موجود منافقین سے مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ منافقین دورِ نبوت میں بھی خطرہ تھے اور آج بھی ہیں، اُس وقت یہ دس فی صد سے زائد نہ تھے، آج مخلصین ۱۰ فی صد بھی نہیں ہیں۔

حِزْبُ الشَّيْطٰنِ کے اوصاف برائے شناخت

آیت ۱۴ سے آخر سورہ تک مسلم معاشرے کے لوگوں کو جن میں مخلص اہل ایمان اور منافقین ملے جلے تھے، بالکل دوٹوک انداز سے بتایا گیا کہ دین میں آدمی کے مخلص ہونے کا معیار کیا ہے۔ قرآن کی بیان کردہ کسوٹی پر کاروانِ نبوت میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافقین کو شناخت کیا تھا، آج بھی اہلِ ایمان کے پاس یہی کسوٹی ہے۔

- ایک قسم کے اسلام کے دعوے دار وہ ہیں جو دشمنانِ اسلام یہود سے دوستی رکھتے ہیں تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ۔[1]
- اپنے مفاد کی خاطر اسلام سے انحراف اور رسول اللہ کی مخالفت کرنا اِن کا وطیرہ ہے یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ[2]۔
- اسلام کے بارے میں طرح طرح کے شبہات اور وسوسے رکھتے اور پھیلاتے ہیں فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ[3]
- چوں کہ کلمہ گو ہیں، اس لیے ان کا جھوٹا اقرارِ ایمان ان کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً[4]۔
- حقیقی مسلمان وہ ہیں جو اللہ کے دین کے معاملہ میں اپنے خونی رشتوں تک کی پروا نہیں کرتے وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ[5]۔
- سچے مسلمان اپنے دلوں میں دشمنانِ دین سے دشمنی کے علاوہ کوئی تعلق نہیں رکھتے یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ[4]۔
- اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ منافقین چاہے کتنی ہی قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلائیں، درحقیقت وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ[6]۔
- اللہ کی پارٹی میں شامل ہونے کا شرف صرف صادق القول مخلص مسلمانوں کو حاصل ہے وہی سچے مومن ہیں۔ ان ہی سے اللہ راضی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ[7]۔

---

۱ اَلَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ؕ مَا ھُمْ مِّنْکُمْ وَلَا مِنْھُمْ ۙ........ (۱۴)

۲ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۙ........ (۲۲)

۳ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۙ........ (۱۶)

۴ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۙ........ (۱۶)

۵ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ۙ........ (۲۲)

۶ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ........ (۱۹)

۷ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ؕ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ........ (۲۲)

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيۡ ؕ

اللہ نے طے کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسولؑ ضرور بالضرور غالب رہیں گے

سورۃ المجادلہ کی ۲۱ ویں آیت اہلِ ایمان کے لیے اپنے نازل ہونے والے اوقات میں ایک بڑی خوش خبری تھی، خاص طور پر اس ماحول میں کہ ابھی مدینے کی سرحدوں پر خندق سے سرمارکے اور پاؤں پٹخ کے مشرکینِ عرب کی متحدہ فوجیں ناکام واپس چلی گئی ہیں، مدینے پر اس سے بڑی فوج کشی کا اب کوئی امکان نظر نہیں آتا ہے، جنگ سے قبل بنو نضیر کو شہر بدر کیا جا چکا تھا اور جنگ کے بعد بنو قریظہ کا استیصال کیا جا چکا ہے۔ تسلسل سے ان بڑی کامیابیوں کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس طے شدہ فیصلے کا اعلان بڑا ہی ہمت افزا ہے، خاص طور پر کہ ابھی کچھ ایّام قبل آپ سُوۡرَۃُ الصَّف میں آیہ اظہارِ دین دیکھ چکے ہیں جو نبی ﷺ کے ساتھ چلنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کاروان نے پہلے قرآن میں نہیں سُنی تھی، کہ یہ کارواں ابھی پندرہویں برس میں داخل ہوا ہے اور سُوۡرَۃُ الۡفَتۡح اور سُوۡرَۃُ التَّوۡبَة، جن میں یہ آیت دوبارہ وارد ہوئی ہے ابھی نازل نہیں ہوئی ہیں [دیکھیے صفحہ ۷۴ جلد دہم]۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ اسلام کے غالب آجانے کی بات محمد عربی ﷺ نے مدینے آنے سے پہلے کبھی کی ہی نہ ہو۔ گیارہویں سالِ نبوت کے آغاز مکہ سے باہر دعوت کو پھیلانے کی مربوط و پیہم کوششوں کے آغاز سے قبل آپ نے آئمۃ القریش کو اسلام کی دعوت میں متعدد بار یہ کہا کہ میری پیش کردہ دعوتِ توحید اور میری رسالت کو تسلیم کرلو تو عرب و عجم کے مالک بن جاوگے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات دہرائی گئی کہ ہم اپنے رسولؑ اور اُس کے ماننے والوں کی ضرور مدد کریں گے اور وہ اہلِ کفر پر غالب آجائیں گے۔ جس طرح کہ نبوت کے پانچویں برس کے اختتام پر جب اہلِ ایمان پر آزمائشیں اپنی انتہا پر تھیں سُوۡرَۃُ الصّٰٓفّٰت میں فرمایا گیا تھا: وَ لَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۷۱﴾ ۖۚ اِنَّهُمۡ لَهُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ ﴿۱۷۲﴾ ۖ وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۱۷۳﴾ اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً اُن کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔ مکی دور میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو نصرت کے وعدے کیے گئے تھے اُن کے پورے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ تاہم یہ جان لیا جائے کہ نبیوں اور اُن کے پیروکاروں کو ہمیشہ سیاسی غلبہ نہیں ملتا، کبھی اُن کی قسمت میں گھاٹیوں [اُخدود] میں جل کر مرجانا ہی لکھا ہوتا ہے [دیکھیے سورہ بروج]۔ مگر آخرت کی حقیقی کامیابی اور دنیا میں اخلاقی فتح اہلِ ایمان کو لازمی ملتی ہے۔ باطل فلسفے اور تمدن ایک دن سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ دین کے قیام کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو اپنے حصے کا کام پورا کرکے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سُوۡرَۃُ الصّٰٓفّٰت میں فرمایا تھا اور پھر دنیا نے دیکھ لیا: وَّ اَبۡصِرۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾ .... دیکھتے رہو، عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ
جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ
هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ
الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ
حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ
اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ
عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ
اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ
بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ
حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع۳۶ ۳۶

اللہ سے بچانے کے لیے نہ ان کے مال کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد۔ یہ تو جہنمی ہیں ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے ﴿۱۷﴾ جس دن اللہ اِن سب کو اٹھائے گا، وہ اُس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے، جس طرح تمھارے سامنے کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ وہ کوئی بنیاد رکھتے ہیں ۔یقین جانو، وہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں ﴿۱۸﴾ اِن پر شیطان قابو پا چکا ہے اور اُس نے اللہ کی یاد ان کے دل و دماغ سے محو کر (مٹا) دی ہے۔ یہ لوگ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ سن لو کہ شیطان کی پارٹی ہی ناکام ہونے والی ہے ﴿۱۹﴾ یقیناً جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے دشمنی کریں گے وہی ذلیل ترین ہیں ﴿۲۰﴾ اللہ نے طے کر دیا ہے کہ میں [یعنی اللہ] ضرور بالضرور غالب رہوں گا اور میرے رسول۔ یقیناً اللہ زبردست اور زور آور ہے ﴿۲۱﴾ تم کبھی ایسے لوگ نہ دیکھ پاؤ گے کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہوں وہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی یا ان کے رشتے اور برادری کے لوگ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت (جذب) کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک جذبہ عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی رہے، وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں ﴿۲۲﴾ ع۳۶

انہوں نے ایمان اور اخلاص پر یقین دلانے کے لیے کھائی گئی اپنی قسموں کو اہلِ ایمان کو دھوکہ دینے اور اُن کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ڈھال (shield) بنا رکھا ہے اور اِس کی آڑ میں بڑے اللہ والے اور مسلمانوں کے ہمدرد بن کر وہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، سو اُن کے لیے ذلت کا عذاب مقدّر ہے۔ اللہ کے غضب سے بچانے کے لیے نہ ان کے مال واسباب کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد جس پر اِنھیں تکیہ بھی ہے اور غرور بھی۔ یہ تو پکے جہنمی ہیں ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے، یہ اس درجہ خود فریبی میں مبتلا ہیں کہ جس دن اللہ اِن سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا، وہ اُس علیم وخبیر پروردگار کے سامنے بھی اسی طرح اپنی پاک دامنی، عشقِ رسول اور مسلمان مرنے کی جھوٹی قسمیں کھائیں گے، جس طرح تمھارے سامنے کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ وہ اپنے کرتوتوں کے لیے کوئی دلیل وبنیاد رکھتے ہیں۔ یقین جانو وہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔

اِن اسلام کے دعوے داروں پر شیطان قابو پا چکا ہے اور اُس نے اللہ کی یاد ان کے دل ودماغ سے محو کر (مٹا) دی ہے۔ یہ لوگ شیطان کی پارٹی ہیں، سن لو کہ شیطان کی پارٹی ہی ناکام ہونے والی ہے۔ یقیناً جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے دشمنی کریں گے وہی سارے کافروں اور گناہ گاروں میں ذلیل ترین ہیں۔ اللہ نے طے کر دیا ہے کہ میں [یعنی اللہ] ضرور بالضرور غالب رہوں گا اور میرے رسول۔ یقیناً اللہ زبردست اور زور آور ہے۔ تم مخلص مسلمانوں کے درمیان کبھی ایسے لوگ نہ دیکھ پاؤ گے کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے دلی محبت رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی یا ان کے رشتے اور برادری کے لوگ ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان بخوبی ثبت (جذب) کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک جذبہ ایمانی واطاعت ربّانی عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی سدا بہار جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور نہ صرف یہ کہ اللہ ان سے راضی ہوا وہ بھی مشکل اور آسانی، غربت اور امیری، تکلیف وراحت، صحت وبیماری، اعزاز وناقدری ہر حال میں، جس میں اللہ نے رکھا، وہ اللہ سے راضی رہے، وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔ ۲۲

اصحاب رسول اللہ ﷺ جن سے اللہ راضی ہوا اور جو اللہ سے راضی ہوئے

اس سورۂ مبارکہ کے اختتام پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا گیا: رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ ''اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں''۔ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور تربیت میں تیار ہونے والی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹیم کی شان اور توصیف میں دیگر متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کی اُن سے رضامندی اور خوشنودی کا اظہار ہوا ہے جیسے سورہ فتح میں ارشاد ہوا: لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ..... ''تحقیق کہ اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے''۔ قرآن مجید کی اس ناقابلِ تردید گواہی پر فقہاء نے صرف صحابہؓ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا مناسب جانا اور تابعین کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کہنا پسند کیا۔ دونوں گروہوں/طبقات کے لیے الگ الگ القابات کے ذریعے سننے اور پڑھنے والے لوگوں کے لیے آسان ہو گیا کہ وہ جان لیں کہ کس طبقے اور مرتبے کے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ تابعین کے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کیلئے کلمہ دعاء ''غفر اللہ لہ'' کو پسند کیا گیا: ''ثم الاولیٰ أن یدعو للصحابۃ بالرضا فیقول رضی اللہ عنہم و للتابعین بالرحمۃ فیقول رحمہ اللہ تعالیٰ ولمن بعدھم بالمغفرۃ و التجاوز فیقول غفر اللہ لھم و تجاوز عنھم'' [عالمگیری جلد ۶ ص ۴۴۶] تاہم وقت گزرنے کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ یا ؒ تمام گزر جانے والے بلند مرتبہ مسلمانوں کے لیے عام ہو گیا [جیسے سیّد قطبؒ یا سیّد مودودیؒ] اور صرف تابعین کے لیے خاص نہیں رہا، اس کے مقابلے میں 'رضی اللہ عنہ' صدیوں کے تعامل میں صرف صحابیؓ رسول ﷺ ہی کے لیے استعمال کیا گیا، چناں چہ 'رضی اللہ عنہ' سنتے ہی یا اُس کا نشان 'ؓ' دیکھتے ہی ذہن شرفِ صحابیت کی طرف چلا جاتا ہے اور اس نشان کو کسی غیر صحابی کے لیے استعمال کرنا اس بات کا احتمال پیدا کرتا ہے کہ کہنے یا لکھنے والا غلطی سے اُس شخصیت کو اصحابِ رسول ﷺ میں سے سمجھتا ہے یا اپنے سننے والوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ موصوف شخصیت صحابی رسول اللہ ﷺ کی ہم مرتبہ اور ہم پلہ ہے۔

جو کچھ عرض کیا گیا وہ اہلِ سنت والجماعت کے مسلمانوں کے اصول اور تعامل کے لحاظ سے ہے، اہلِ تشیع نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے اہلِ بیت کے لیے وہی لقب 'علیہ السلام / علیہم السلام' استعمال کیا جو تمام مسلمان بلا استثنا انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ رہے صحابہ اجمعین رضی اللہ عنہم تو اُن کے بارے میں اہلِ تشیع اگر کبھی استعمال کریں تو 'رضی اللہ عنہ' کا صیغہ استعمال کرتے ہیں مگر یہ صیغہ اپنی پسندیدہ شخصیت کے لیے استعمال نہیں کرتے۔